تزکیہ نفس و معرفتِ الٰھی کا تعلق

The Connection between Purification of the Inner Self and the Knowledge of Allah Ta'ala

ترتیب و تبییض
ڈاکٹر مفتی حافظ محمّد ندیم رَبّانی
(Dr. Mufti Hafiz Muhammad Nadeem Rabbani)
(صدارتی ایوارڈیافتہ)
صدر نارتھ امریکن فتویٰ کونسل، کینیڈا / امام و خطیب جامع مسجد سیّدنا بلال (رضی اللہ عنہ)، کینیڈا

اہم مضامین

تزکیۂ نفس کا لغوی و اصطلاحی مفہوم، قرآنِ مجید میں تزکیۂ نفس کا مفہوم

ایک مثال کے ذریعے تزکیۂ نفس کی وضاحت، حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے

تلاوتِ آیات اور تعلیمِ قرآن کے ذریعے تزکیہ کا عمل، دیگر انبیاءِ کرام کی بعثت کا مقصد بھی تزکیۂ نفس ہے

نفس انسانی کی وضاحت

نفس کے درجات قرآنِ کریم کی روشنی میں، نفس امّارہ (برائی کا حکم دینے والا نفس)

نفس لوّامہ (ملامت کرنے والا نفس)، نفس مُلْہَمَہ (الہام یا القاء کیا گیا نفس)، نفس مُلْہَمَہ کی اہمیت

نفس مُطْمَئِنّہ (اطمینان والا نفس)، نفس راضیہ (راضی ہونے والا نفس)، نفس مرضیہ (پسندیدہ نفس)

تزکیۂ نفس اور معرفت الٰہی کا تعلق

نفس کاملہ (حضوری والا نفس)، تزکیۂ نفس ہی معرفت الٰہی کا راستہ

تزکیۂ نفس کا حصول کیسے ممکن ہے؟ معرفت الٰہی اور معرفت نفس کا تعلق

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا مفہوم، حاصل کلام، عاجزانہ دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ، وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا، وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ الْأُمِیِّ الْمُرْسَلِ کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا إِلَی اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

☆ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ (الشمس : 91 : 9-10)

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ:

☆ "اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔"

(امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، المسند : مسند فضالة بن عبید الانصاری رضی اللّٰه عنه، الرقم: 23958، 381/39)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰینَا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْأَمِیْنُ۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

محترم حضرات! ہماری آج کی اس نشست میں کی جانیوالی گفتگو کا عنوان ہے:

"تزکیۂ نفس اور معرفتِ الٰہی کا تعلق۔"

تزکیۂ نفس کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

بندۂ مومن کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کا محاسبہ کرتا رہے، کیونکہ جب انسان اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ " تزکیۂ نفس" کی صورت میں بر آمد ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ تزکیۂ نفس کیا ہے؟

لفظِ "تَزْكِیَة" علم صرف کے اعتبار سے باب "تَفْعِیْل" کے وزن پر مصدر ہے، اور اس کا مادہ "ز-ک-و" ہے، جس کے معنیٰ ہیں: پاک صاف کرنا، اصلاح کرنا، یا نشوونما کرنا، کسی کی تعریف کرنا وغیرہ۔

لفظِ ''زکوٰۃ'' کا مادہ بھی ''ز-ک-و'' ہے جو پاکیزگی، طہارت، نشو و نما اور بڑھوتری کے معنٰی میں مستعمل ہے۔ یعنی زکوٰۃ مال کو کنجوسی، حرام امور، گناہوں کے اثرات اور بری چیزوں سے پاک کر کے اسے بڑھا دیتی ہے۔ نیز یہ مال میں برکت اور اضافے کا باعث بنتی ہے۔

تزکیۂ نفس اسلامی تصوف کی ایک اہم اصطلاح ہے، جس سے مراد انسان کے باطن، نفس اور روح کو ہر قسم کے کفریہ و شرکیہ عقائد، اخلاق رذیلہ (جیسے عداوت، کینہ، حسد، تکبر، بخل) اور گناہوں سے پاک کرنے اور اسے نیکیوں اور اخلاق حمیدہ (جیسے صبر، شکر، توکل، خوفِ خدا) سے آراستہ کرنے اور اس کو درجۂ کمال پر پہنچنے کے لائق بنانے کا عمل ہے۔

قرآنِ مجید میں تزکیۂ نفس کا مفہوم:

قرآنِ مجید کی بہت سی آیات بیّنات میں بھی تزکیہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جن سے مذکورہ بالا مفاہیم ہی مراد ہوتے ہیں۔ چند آیات مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

سورۃ الشمس میں اللہ تعالیٰ نے متعدد قسمیں کھانے کے بعد نفس کی قسم کھائی، اور پھر اس کی اصلاح و تزکیہ کو فلاح و کامیابی کی کنجی قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ (الشمس : 91 : 9-10)

''بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی)۔ اور بے شک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔''

2۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ (الاعلی : 87 : 14)

''بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا۔''

3۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔

(التوبۃ : 9 : 103)

''(اے حبیب ﷺ!) آپ ان (مومنوں) کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے جس کے ذریعے آپ انہیں (گناہوں سے) پاک کر دیں، اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں، اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون (کا باعث) ہے۔''

ان آیاتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی کے اندر نیکی و بدی، اچھائی و برائی اور حق و باطل دونوں طرح کے رجحانات و میلانات ودیعت کر دیے ہیں، اور اس کے نفس کو یہ صلاحیت و قابلیت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔ پھر خالق کائنات نے بنی نوعِ انسان کی فلاح و کامرانی کے لیے ایک راستہ متعین فرما دیا ہے، اور اسے حکم دیا ہے کہ نیکی اور بدی کی اس کشمکش میں وہ راہِ خیر کا انتخاب کرے، اور اس خیر کے ذریعے شر کو دور کرنے کی سعی جمیل کرتا رہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اسے جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔

الغرض یہ کہ صحیح شعور کے ساتھ باطن کے اندر نیکی کو غالب کرنے اور بدی کو مغلوب کرنے کا یہ عظیم جہاد قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی اصلاح میں "تزکیۂ نفس" ہے۔

ایک مثال کے ذریعے تزکیۂ نفس کی وضاحت:

تزکیۂ نفس کو ایک مثال سے سمجھیے: جیسے کوئی شخص کسی کیاری میں گلاب کے پھولوں کا بیج بوئے، پھر اس کے بعد وہاں غیر ضروری گھاس پھونس اُگ آئے جو پھولوں کی نشو و نما کو متاثر کر رہی ہو تو باغبان اسے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، اور اس کیاری کو مکمل طور پر صاف کر دیتا ہے، تاکہ زمین کی ساری تخلیقی قوت اس گھاس وغیرہ پر صرف ہونے کی بجائے صرف پھولوں کی نشو و نما پر صرف ہو۔ صفائی کے اس عمل کا نام تزکیہ ہے۔

آسان الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تزکیۂ نفس یہ ہے کہ انسان کے قلب و ذہن میں جو فکری و نظریاتی بدعقیدگیوں کی جڑیں پیوست ہو چکی ہیں، ان کو اکھاڑ کر اس کی جگہ عقائد حقہ کو راسخ کیا جائے۔ غلط رسوم و رواج کے زیرِ سایہ وہ بے حسی اور جمود کی جس ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہے، اس کو دور کر کے اسے پھر سے اللہ کریم کی پہچان کرائی جائے۔ بری عادات و قبیح اخلاق نے اس کی ذات میں جو نامناسب رویے پیدا کر رکھے ہیں، ان کو درست کر کے اسے اس کے بلند مقام و مرتبہ سے روشناس کرایا جائے۔ فانی لذتوں اور نفسانی شہوتوں کے روگ نے اس پر جو پستی اور بزدلی کی کیفیت طاری کر رکھی ہے، اس کا روحانی علاج کیا جائے تاکہ حقیقی معنوں میں اس کی آنکھیں کھل سکیں، اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے آشنا ہو سکے، اس کی ہمت و جرات بیدار ہو سکے، اس کی عادات و کردار سنور سکیں، اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنی ذہنی، اخلاقی

اور روحانی ترقی کے اس بلند مرتبہ تک پہنچ سکے جس مرتبہ تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر قابلیت رکھی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے:

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

1۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے لیے رب العالمین کی بارگاہِ بے کس پناہ میں جو دعا مانگی، اس میں آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کی اصلی غایت یہی بیان فرمائی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کا تزکیہ کریں:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ۔ (البقرۃ 2 : 129)

”اے ہمارے رب! ان (اہلِ مکہ) میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے)، اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔“

2۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مطابق جب رحمت عالم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ۔ (البقرۃ : 2 : 151)

”اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے، اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ (اَسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

3۔ اسی طرح سورۃ الجمعۃ میں حضور نبی رحمت ﷺ کی بعثت مبارکہ اور اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل پر اپنا احسان ان الفاظ میں جتلایا ہے:

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍۙ۔ (الجمعۃ : 62 : 2)

"(اللہ) وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (شان والا) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب کے ذریعے تزکیہ کا عمل:

ممکن ہے کہ یہاں کسی شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ مذکورہ بالا آیات میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں جہاں تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے، تو اس کے ساتھ ہی تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب و حکمت کو بھی بیان کیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد صرف تزکیہ ہی کیوں ہے؟ آخر دوسری چیزیں بھی تو اسی اہمیت کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، وہ مقصودِ اصلی کیوں نہیں ہیں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک دانش ور شیخ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"خود قرآن مجید کے اسلوب بیان نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ کے اصلی مقصد بعثت کی حیثیت سے جس چیز کا ذکر ہوا ہے، وہ تزکیہ ہے۔ باقی اس کے ساتھ دوسری چیزیں۔ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت۔ جو مذکور ہوئی ہیں تو وہ اصلی مقصد کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اصلی مقصد کے وسائل وذرائع کی حیثیت سے مذکور ہیں۔۔۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی تمام جدوجہد اور اس کی تمام سرگرمیوں کا محور و مقصود دراصل تزکیہ ہی ہے۔" (تزکیہ نفس، ص:130)

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت و نبوّت کا اصلی مقصد تو لوگوں کے نفوس کا تزکیہ ہی ہوتا ہے، اور اسی نقطۂ نظر سے وہ اپنی تمام دعوتی اور اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہیں' لیکن اس مقصد کی خاطر انہیں بہت سے ایسے کام بھی کرنے پڑتے ہیں جو اس مقصد کے حصول کا وسیلہ وذریعہ ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرتے ہیں، انہیں کتاب اللہ کی تعلیم اور حکمت کا درس دیتے ہیں۔ یعنی ان سارے کاموں سے مقصود صرف تزکیۂ نفس ہی ہوتا ہے جو شروع میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے پیش نظر ہوتا ہے، اور آخر میں بھی وہی ان کی تمام جدوجہد کی غایت بنتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآنِ مجید میں اس بات کی بھی صاف تصریح موجود ہے کہ تزکیۂ روح و باطن ہی وہ اصل کام ہے جس کے لیے لوگوں کو ایک نبی محترم علیہ السلام سے رجوع کرنا چاہیے، اور نبی کریم علیہ السلام کا فرض

منصبی ہے کہ جو لوگ اس غرض کے لیے ان سے رجوع کریں، وہ ان لوگوں کی یہ ضرورت پوری کرے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب ایک طالبِ تزکیہ، حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ٹوکا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل کلماتِ طیبات نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کے انداز میں تنبیہ فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓیO اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰیO وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ۔ (عبس : 80 : 1-3)

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ (اقدس) پر ناگواری آئی، اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے) رخِ (انور) موڑ لیا، اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (آپ کی توجہ سے مزید) پاک ہو جاتا۔"

ان آیات بیّنات سے واشگاف الفاظ میں ظاہر ہو رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو مخلوقِ خدا کی جس ضرورت کو پورا کرنے کے لے بھیجا گیا، وہ تھا ان کے نفوس کا تزکیہ، روح کی پاکیزگی اور باطن کی طہارت۔ لہٰذا ان مقدس ہستیوں کو جس غرض کے لیے مبعوث کیا گیا تھا، انہوں نے اپنا وہ فرض منصبی بطریق احسن ادا کیا۔ حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیماتِ الٰہیہ واخلاقِ نبویہ کے ذریعے بندگانِ خدا کے قلوب واذہان کو حسد وکینہ، تکبر وبڑائی، لالچ و طمع، بغض وعداوت، نفرت وکدورت اور ظلم وستم جیسے امراضِ خبیثہ سے پاک صاف کر دیا، یہاں تک کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے دنیا کے سب سے مہذّب انسان اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بھی تزکیۂ نفس ہے:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ونبوّت سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی مقصود کیا ہے؟ وہ کیا غرض ہے جس کے لیے اس نے نبوّت ورسالت کا سلسلہ جاری کیا، اور شریعت اور آسمانی کتب نازل فرمائیں؟ تو اس کا صحیح جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، اور وہ یہ کہ نفوسِ انسانی کا تزکیہ۔ جس طرح حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد لوگوں کا تزکیہ اور ان کے باطن کی پاکیزگی کو قرار دیا گیا ہے' اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت کا مقصد اصلی بھی اسی تزکیۂ نفس کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىO فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى۔ (النازعات : 79 : 18-18)

"(اے موسیٰ!) آپ فرعون کے پاس جائیے' بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر (اس سے) کہیے: کیا تیری خواہش ہے کہ تُو پاک ہو جائے۔"

قرآنِ مجید کی متذکرہ بالا آیاتِ مبارکہ سے یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ آخرت میں انسان کی نجات و فلاح کے لیے "تزکیہ" ایک ضروری شرط ہے، یعنی آخرت میں انسان کی نجات و کامیابی کا دار و مدار تزکیۂ نفس پر ہے۔ اس لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت و نبوّت کی غایت اصلی اور ان کی تمام سرگرمیوں کا حقیقی محور و مقصد یہی نفوسِ انسانی کا تزکیہ اور ان کے باطن کی صفائی ہے۔

محترم حضرات! تزکیۂ نفس کی اس ساری گفتگو سے تین باتیں اظہر من الشمس ہوگئیں:

(1) پہلی بات یہ کہ تزکیہ تمام دین و شریعت کی حقیقی غایت اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصلی مقصود ہے۔ دین میں جو اہمیت اس کو حاصل ہے، وہ اہمیت دوسری کسی چیز کو حاصل نہیں ہے۔ دیگر تمام مقاصد وسائل و ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں، جب کہ تزکیۂ نفس اصلی غایت و حقیقی مقصد کی حیثیت رکھتا ہے۔

(2) دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ تزکیہ کا سرچشمہ اور اس کا منبع و مصدر "کتاب اللہ" ہے۔ اسی کی تعلیم سے تزکیۂ نفس کا آغاز ہوتا ہے، اور پھر اسی کے اسرار و حقائق ہیں جو حضور نبی مکرم ﷺ کے ذریعے سے واضح ہو کر اس تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

(3) تیسری حقیقت یہ واضح ہوئی کہ تزکیہ کا عمل انسانی معاشرہ کے کسی خاص گروہ تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق تمام افراد اور تمام گروہوں بلکہ پورے معاشرہ سے یکساں طور پر ہے۔ کوئی شخص بھی اس کے بغیر آخرت میں نجات اور فلاح حاصل نہیں کر سکتا، اور یہ ہر شخص کے لیے ایک ناگزیر انفرادی ضرورت ہے۔

نفسِ انسانی کی وضاحت

نفس کے درجات قرآنِ کریم کی روشنی میں:

تزکیہ کا موضوع تو ظاہر ہے کہ نفسِ انسانی ہے لیکن خود نفس کیا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ یونان کے شہر ایتھنز کے معبد کے دروازے پر سقراط کا یہ مقولہ کندہ تھا: اے انسان! تو اپنے آپ کو پہچان! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی حکمت میں معرفت نفس کو حصول تزکیہ کی راہ میں بنیادی چیز خیال کیا گیا تھا۔

اہل اسلام کے ہاں بھی عربی زبان کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔"

"جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

اس وجہ سے خود نفس کے درجات کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ تزکیۂ نفس کے تقاضے کیا ہیں۔ یاد رکھیے! نفس کی چند اہم حالتیں ہیں، جن کی معرفت حاصل کیے بغیر تزکیۂ نفس کا عمل مکمل نہیں ہوسکتا۔ قرآنِ مجید میں نفس کی چار حالتیں یا درجات بیان کی گئی ہیں، جو درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہیں:

1۔ نفس امّارہ　　2۔ نفس لوّامہ　　3۔ نفس ملہَمَہ　　4۔ نفس مطمئنّہ

بعض علماء قرآنِ کریم کی آیاتِ بیّنات کی روشنی میں نفس انسانی کے سات درجات بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک چار درجات تو یہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئے ہیں، تاہم تین دیگر حالتیں بھی ہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ تین حالتیں دراصل نفس مطمئنّہ ہی کے درجات ہیں:

5۔ نفس راضیہ　　6۔ نفس مرضیہ　　7۔ نفس کاملہ

1۔ نفس امّارہ (برائی کا حکم دینے والا نفس):

نفس کی پہلی حالت ''نفس امّارہ'' ہے جو نفس کی خطرناک ترین حالت اور کم ترین درجہ ہے۔ یہ نفس شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جو انسان کو ہر وقت برائی، شہوات، غصے اور گناہوں پر ابھارتا ہے۔ اسے نفس امّارہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت برائی کا حکم دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔　(يوسف : 12 : 53)

''بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرمادے۔ بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

اکثر لوگ ''نفس امّارہ'' کے حامل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ گناہوں پر اصرار کرتے ہیں، نیکی کے کاموں سے بیزار رہتے ہیں، دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے کو اپنی خوبی سمجھتے ہیں، اور ایسے لوگ اکثر حصولِ دنیا کی دھن میں مگن رہتے ہیں۔ اگر اس نفس پر قابو نہ پایا جائے تو آدمی ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ المختصر یہ کہ ''نفس امّارہ'' شترِ بے مہار کی طرح ہے جسے ہر لحہ شریعتِ مطہرہ کی لگام کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ بندے کو گناہوں سے محفوظ رکھ سکے، اور اسے حقیقی معنوں میں انسان بنا سکے۔ جب کہ انسان کو حقیقی انسان بننے میں عرصۂ دراز درکار ہوتا ہے۔ میر تقی میرؔ نے کیا خوب کہا ہے:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

2۔ نفس لوّامہ (ملامت کرنے والا نفس):

نفس کی دوسری حالت کو نفس ''لَوَّامَۃ'' کہا جاتا ہے۔ نفس ''لَوَّامَۃ'' کے معنی ہیں: ملامت کرنے والا نفس۔ یہ گناہ پر ملامت کرتا ہے۔ ایسے نفس کو موت، روزِ حساب اور جزا و سزا ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ خالق کائنات نے قرآنِ مجید میں یومِ قیامت کے متصلاً بعد ایسے نفس کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ۔ (القیامۃ : 75 : 1-2)

''میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی، اور میں قسم کھاتا ہوں (برائیوں پر) ملامت کرنے والے نفس کی۔''

انسانوں میں تھوڑے لوگ ''نفس لوّامہ'' کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ نفس کی درمیانی اور امید افزا حالت ہے۔ اس مرحلے پر انسان میں خود احتسابی پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اصلاحِ نفس کی ابتدا ہے، اور اسی کو ضمیر کہتے ہیں۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہی نفس اسے ملامت کرتا اور توبہ کی طرف راغب کرتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ گناہ کے بعد فوری پشیمان ہوتا ہے، نافرمانی پر توبہ و استغفار کا اہتمام کرتا ہے، اچھے کاموں کی طرف راغب ہوتا ہے، اور اپنی غلطیوں پر غور و فکر کرکے ان کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ اُنس و محبت والا نفس ہے جو طریقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ نفس درحقیقت روحانی ترقی کی علامت ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے درست فرمایا ہے:

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں ؎ مقامِ ذکر ہے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی

3۔ نفس مُلْہِمَہ (الہام یا القاء کیا گیا نفس):

نفس کی تیسری حالت کا نام ''نفس مُلْہِمَہ'' ہے جس کا معنٰی ہے: وہ نفس جس کی طرف الہام یا القاء کیا گیا ہو۔ یہ نفس درحقیقت انسانی نفس کی ترقی کی ایک خاص منزل یا درجہ ہے، اور ایسے نفس کو گناہ و مصیبت سے پہلے تائید غیبی سے القاء و انکشاف ہو جاتا ہے۔ اس نفس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا۔ (الشمس : 91 : 7-8)

''اور انسانی جان کی قسم اور اس ذات کی قسم جس نے اسے درست بنایا، پھر اس نے اس (نفس) کو اس کے برے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ہر انسان کو یہ صلاحیت اور شعور ودیعت فرمایا ہے کہ وہ نیکی اور بدی، فجور اور تقویٰ کے درمیان فرق کو سمجھ سکے۔ یہ ایک فطری اور پیدائشی علم ہے جو اللہ رب العزّت کی طرف سے بندۂ مومن کے دل میں القاء کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔

یہ محض رسمی علم نہیں ہوتا بلکہ ایک باطنی احساس ہوتا ہے جو دراصل روحانی ترقی کا ایک اہم موڑ ہے۔ یہاں سے انسان کے لیے نفس مطمئنّہ کی طرف سفر شروع ہوتا ہے۔ نفس لوّامہ (ضمیر) صرف ملامت کرتا ہے، جب کہ نفس ملہَمَہ راستہ بھی دکھاتا ہے۔

نفس کا یہ درجہ اس "فطری دین" کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے مطابق ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، اور نفس ملہَمَہ اسی فطری صلاحیت کا عرفان ہے۔ نیز اللہ کریم نے نفس کو خیر و شر کا الہام دے کر درحقیقت اسے آزمائش میں ڈال دیا ہے، لہٰذا اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے اختیار سے تقویٰ (پرہیز گاری) کو اختیار کرتا ہے یا فجور (بدکاری) کو۔

نفس مُلہَمَہ کی اہمیت:

مذکورہ بالا آیتِ قرآنیہ کی روشنی میں نفس ملہَمَہ بہت اہمیت کا حامل ہے، یعنی یہ آیت واضح کرتی ہے:

1۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر نیکی اور بدی کو پہچاننے کی فطری صلاحیت رکھ دی ہے، اس لیے وہ اپنے اعمال کا بھی خود ذمہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص یہ عذر پیش نہیں کر سکے گا کہ اسے صحیح اور غلط راستے کا ہی علم نہیں تھا، ورنہ وہ کبھی برے کام نہ کرتا۔

2۔ نفس ملہَمَہ روحانی سفر کا سنگ میل ہے، اس لیے یہ نفس کے گناہوں کی طرف مائل ہونے (یعنی نفس امّارہ) اور اللہ کی طرف مطمئن ہونے (نفس مطمئنّہ) کے درمیان ایک پل کا کام کرتا ہے۔

3۔ نفس ملہَمَہ کی صورت میں انسان کے پاس نجاتِ اخروی کے لیے امید کی ایک کرن موجود ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اللہ عزّ و جلّ نے انسان کو ہدایت کے تمام ذرائع فراہم کیے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور کتب سماویہ کی شکل میں بیرونی ذرائع بھی عطا فرمائے ہیں، اور اندرونی ذریعہ یعنی الہامِ فطری سے بھی نوازا ہے۔ اس

لیے جس شخص نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے نفس کی اصلاح کر لی تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مقدّس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

(النازعات : 79 : 40-41)

”اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا، اور اس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا، تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہوگا۔“

4۔ عام انسانوں کے حوالے سے تو یہ الہام والا نفس ہے، تاہم اگر اس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف کی جائے تو یہ مقامِ نبوّت ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی زبانِ اطہر سے اس کیفیت کا اعلان کروایا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔

”(اے حبیب ﷺ!) آپ فرما دیجیے: میں تو صرف (بخلقت ظاہری) تمہاری مثل بشر (انسان) ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“

یعنی میں ایسا افضل البشر ہوں جس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے کہا ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

4۔ نفس مُطمئنّہ (اطمینان والا نفس):

نفس کی چوتھی حالت کا نام ”نفس مُطمئنّہ“ ہے، جب نفس اپنے ازلی دشمن شیطان سے نجات پا کر، اپنی اصل منزل دارالامن، اور منزل مقصود جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام لَا تَخَفْ وَلَاتَحْزَنْ، والا مبارک نفس ہے۔ اسی نفس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

(الفجر : 89 : 27-31)

"اے اطمینان پا جانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)۔ پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔"

یہ نفس کی سب سے اعلیٰ اور مثالی حالت ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر کامل اطمینان محسوس کرتا ہے۔ یہ نفس اللہ رب العزّت کی یاد، اس کی اطاعت اور محبت سے سکون پاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر ہر قسم کی دنیاوی آلودگیوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ اولیاء اور صالحین کا مقام ہے، اسی لیے بندۂ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے، ہر کام رضائے الٰہی کے لیے طیبِ نفس کے ساتھ سر انجام دیتا ہے، دنیاوی مصائب و آلام پر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کامل اطمینان اور سکون قلب۔ اور یہی وہ مقام ہے جب نفس کامل اطمینان اور سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے، اور وہ صرف اللہ کی یاد میں راحت پاتا ہے۔

"نفس مطمئنّہ" مقام بندگی کی انتہا ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

متاع بے بہا ہے ، سوز و دردِ آرزومندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

5۔ نفس راضیہ (راضی ہونے والا نفس):

اس درجے پر پہنچ کر انسان اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی ہو جاتا ہے، خواہ وہ اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف۔ اس مقام پر دنیاوی حالات، خوشی یا غم اس کے سکون کو متاثر نہیں کرتے۔

6۔ نفس مرضیہ (پسندیدہ نفس):

یہ وہ مقام ہے جہاں نہ صرف بندہ اپنے رب سے راضی ہوتا ہے بلکہ رب بھی اپنے بندے سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہ اولیاء کاملین اور مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کا مقام ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی شاید نفس کی اسی کیفیت کے حصول کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

7۔ نفس کاملہ (حضوری والا نفس):

یہ انتہائی اعلیٰ مقام ہے جہاں انسان مکمل طور پر اللہ کریم کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے، اور اس کا وجود اللہ تعالیٰ کے حضور فنا ہو جاتا ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاءِ کاملین رحمہم اللہ کا مرتبہ ہے جہاں پر بندہ اپنی خواہشات کو مکمل طور پر اللہ جلّ شانہٗ کے حکم کے تابع کر لیتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔"

(امام محيي السنة الحسين بن مسعود البغوی، شرح السنة : كتاب الايمان، باب رد البدع والاهواء الرقم: 104، 213/1)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔"

محترم حضرات! نفس کی یہ اقسام در حقیقت ایک ہی نفس کے ارتقائی مراحل ہیں۔ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ **نفس امّارہ** کی شر انگیزیوں سے نکل کر **نفس لوّامہ** کی خود احتسابی کی منزل حاصل کرے، اور پھر محنت شاقّہ اور مجاہدۂ صادقہ کے ذریعے **نفس مطمئنّہ** کے اعلیٰ مقام و مرتبے تک پہنچ جائے۔ یہ سفر ذکر و فکر، بے ریا عبادت، اخلاق کی اصلاح، اور ایک مرشد کامل کی رہنمائی سے ہی ممکن ہے، کیونکہ نفس کی یہ چار حالتیں فی الواقع بندۂ مومن کے حال اور حالت کے ہر لحظہ اور ہر لمحہ بدلتے باطنی وارداتِ قلبی کے عالم ہیں جنہیں ایک مردِ خدا مست ہی بہتر طریقے سے رہنمائی دے سکتا ہے۔

اسے آسان زبان میں بیان کریں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بقول مرزا غالب:

بسکہ مشکل ہے ہر اک کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

تزکیۂ نفس اور معرفت الٰہی کا تعلق

تزکیۂ نفس ہی معرفت الٰہی کا راستہ:

تزکیۂ نفس (نفس کی پاکیزگی) کا لازمی نتیجہ معرفتِ نفس کی صورت میں نکلتا ہے، اور یہی اللہ کریم کی معرفت کا حقیقی راستہ ہے۔ یعنی جب انسان اپنے نفس کے امراض (غرور، حسد، بغض، لالچ، تکبر وغیرہ) کو دور

کرتا ہے، تو اس کا قلب وروح پاک صاف ہو جاتے ہیں، اور اس صاف شفاف دل میں ہی معرفتِ الٰہی کے انوار منعکس ہوتے ہیں۔

تزکیۂ نفس کا حصول کیسے ممکن ہے؟

☆ کوئی شخص اللہ رب العزّت کی اطاعت کے بغیر اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کر سکتا، اور جب وہ تزکیۂ نفس کر لیتا ہے تو معرفتِ الٰہی کا حصول اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔"

(امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، المسند: مسند فضالۃ بن عبید الانصاری رضی اللہ عنہ، الرقم: 23958، 381/39)

"اصل مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔"

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور غوث اعظم، شیخ المشائخ محی الدین عبد القادر الجیلانی الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا أَطَاعَ الْعَبْدُ رَبَّهٗ عَزَّ وَ جَلَّ أَعْطَاهُ مَعْرِفَتَهٗ، فَاِذَا تَرَکَ طَاعَتَهٗ لَمْ يَسْلُبْهَا مِنْهُ بَلْ يُبْقِيْهَا فِيْ قَلْبِهٖ لِيَحْتَجَّ بِهَا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ لَهٗ: مَيَّزْتُکَ بِمَعْرِفَتِيْ، وَ تَفَضَّلْتُ عَلَيْکَ بِهَا، لِمَ لَمْ تَعْمَلْ بِمَا عَلِمْتَ؟"

(امام الشیخ عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ الجیلی، الفتح الربّانی و الفیض الرَّحمانی: ص: 276)

"جب بندہ اپنے رب عزّ و جلّ کی اطاعت کرنے لگتا ہے تو وہ اسے اپنی معرفت عطا فرما دیتا ہے۔ پھر جب بندہ اللہ کریم کی اطاعت کو ترک کر دیتا ہے تو وہ اس سے معرفت کو سلب نہیں کرتا بلکہ اسے اس کے دل میں باقی رکھتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن اس معرفت کے ذریعے اس شخص پر حجت قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرمائے گا: میں نے تجھے اپنی معرفت کے ساتھ ممتاز کیا تھا اور میں نے تجھے اس کے ذریعے فضیلت عطا فرمائی تھی، تو تُو نے اپنے علم کے مطابق عمل کیوں نہ کیا؟"

☆ اولیاء اللہ کی محبت کے بغیر تزکیۂ نفس اور معرفت الٰہی کا حصول ممکن نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، اور رب العالمین ان سے محبت فرماتا ہے۔

حضرت شاہ ابو الفوارس الکرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ طَمِعَ فِيْ عَفْوِهٖ وَرَجَا فَضْلَهٗ، وَقَالَ: اَلْفُتُوَّةُ مِنْ طِبَاعِ الْأَحْرَارِ وَاللُّؤْمُ مِنْ شِيَمِ الْأَنْذَالِ، وَمَا تَعَبَّدَ مُتَعَبِّدٌ بِأَكْثَرَ مِنَ التَّحَبُّبِ إِلٰى أَوْلِيَاءِ اللهِ بِمَا يُحِبُّوْنَ لِأَنَّ مَحَبَّةَ أَوْلِيَاءِ اللهِ دَلِيلٌ عَلٰى مَحَبَّةِ اللهِ۔"

(امام ابونعیم احمد بن عبد الله الاصبہانی، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء : شاه الكرمانی، 237/10)

" جس شخص نے اپنے رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلی، وہ اس کی معافی کا خواست گار ہو گا، اور اس کے فضل کی امید رکھے گا۔ اور فرمایا: چشم پوشی شریف لوگوں کی فطرت ہے، اور ملامت کمینے لوگوں کی فطرت ہے۔ کوئی عبادت گزار اولیاء اللہ کو محبوب رکھنے سے بڑھ کر عبادت گزار نہیں ہوتا، اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اسی لیے اولیاء اللہ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ کی محبت پر دلیل ہے۔"

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

معرفت الٰہی اور معرفت نفس کا تعلق:

☆ حضرت شیخ سہل بن عبد اللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے عمدہ پیرائے میں معرفت الٰہی اور معرفت نفس کے تعلق کی وضاحت کی ہے، آپ فرماتے ہیں :

"مَعْرِفَةُ النَّفْسِ أَخْفٰى مِنْ مَعْرِفَةِ الْعَدُوِّ، وَمَعْرِفَةُ الْعَدُوِّ أَجْلٰى مِنْ مَعْرِفَةِ الدُّنْيَا--- اَلْأَنْفَاسُ مَعْدُودَةٌ، فَكُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَهِيَ مَيِّتَةٌ، وَكُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِذِكْرِ اللهِ فَهِيَ مَوْصُولَةٌ بِذِكْرِ اللهِ۔"

(امام ابونعیم احمد بن عبد الله الاصبہانی، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء : سہل بن عبد الله، 201/10)

"نفس کی پہچان دشمن کی پہچان سے زیادہ مخفی ہے، اور دشمن کی پہچان دنیا کی پہچان سے روشن تر ہے--- سانسیں گنتی کی ہیں، ہر سانس جو ذکر اللہ کے بغیر نکلے، وہ مردہ حالت میں نکلی، اور وہ سانس جو ذکر اللہ کے ساتھ نکلی ہو، وہ ذکر اللہ کے ساتھ (بارگاہِ خداوندی) میں پہنچے گی۔"

☆ اور یہی معرفتِ نفس دراصل معرفتِ باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ اہل تصوف کے ہاں ایک مقولہ معروف ہے: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"۔ اس عبارت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس کا فرمان ہے؟

ا۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عظمت نشان ہے، امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں :

"قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ: {مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ}: وَالْمَعْنٰى مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالضَّعْفِ وَالْقُصُورِ عَرَفَ رَبَّهُ بِأَنَّهُ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ مَقْدُورٍ۔"

(امام محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) : الباب الثالث فی اللطائف المستنبطة من قولنا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، 91/1)

”حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کریم کو پہچان لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے: جس نے اپنے آپ کو کمزور اور گنہگار جان لیا، اس نے اپنے رب کی معرفت اس طرح حاصل کرلی کہ وہی ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، لیکن اس کی عبارت یہ ہے:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ ۔ أَيْ: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْفَقْرِ وَالذُّلِّ وَالْعَجْزِ وَالْمَسْكَنَةِ، عَرَفَ رَبَّهُ بِالْغِنٰى وَالْعِزِّ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَمَالِ۔"

(علامہ محمد امین بن عبد اللہ الارمی، تفسیر حدائق الروح و الریحان فی علوم القرآن : الفاطر، 390/23)

”اور آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان {مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ}: کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو فقیر، ذلیل، عاجز اور مسکین جان لیا' اس نے اپنے رب کو غنی، معزز، اور صاحب قدرت و کمال جان لیا۔“

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ذی شان ہے۔

(امام شیخ اسماعیل بن مصطفیٰ الاستانبولی الحقی، روح البیان : سورة النمل، 325/6)

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عبارت حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے۔

(امام احمد بن محمد بن حجر الہیتمی، الصواعق المحرقة علی أهل الرفض والضلال و الزندقة : الفصل الرابع، 375/2)

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کا مفہوم:

1۔ شیخ ابن عمر نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احسن پیرائے میں اس عبارت کا مفہوم بیان کیا ہے، ملاحظہ کیجیے :

"وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ} : مَعْنَاهُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْحُدُوْثِ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْقِدَمِ، وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْإِمْكَانِ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْوُجُوْبِ، وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْحَاجَةِ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْإِسْتِغْنَاءِ۔"

(علامہ محمد بن عمر التناری الجاوی، مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید : سورة آل عمران، 175/1)

” اور آپ ﷺ کے فرمان {مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ}: کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو حادث جان لیا' اس نے اپنے رب کو قدیم جان لیا، اور جس نے اپنے آپ کو ممکن الوجود جان لیا' اس نے

اپنے رب کریم کو واجب الوجود جان لیا، اور جس نے اپنے آپ کو حاجت مند جان لیا' اس نے اپنے رب تعالیٰ کو بے نیاز جان لیا۔"

2۔ امام ابو محمد محیی السنہ البغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت ذکر کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

"وَفِي الْأَخْبَارِ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰی أَوْحٰی إِلٰی دَاوُدَ: أَعْرِفْ نَفْسَكَ وَاعْرِفْنِيْ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعْرِفُ نَفْسِيْ؟ وَكَيْفَ أَعْرِفُكَ؟ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ: أَعْرِفْ نَفْسَكَ بِالضَّعْفِ وَالْعَجْزِ وَالْفَنَاءِ، وَاعْرِفْنِيْ بِالْقُوَّةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْبَقَاءِ۔"

(امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن : سورۃ البقرۃ، 153/1)

" اور روایات میں آیا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا داؤد خلیفۃ اللہ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، (اے داؤد!) اپنے آپ کو پہچانیے، اور میری معرفت حاصل کیجیے۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب کریم! میں کیسے اپنے آپ کی شناخت کروں اور کیسے تیری معرفت حاصل کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: تم اپنے آپ کو کمزور، عاجز اور فانی سمجھو، جب کہ مجھے طاقتور، قادر اور باقی سمجھو۔"

3۔ مولائے کائنات، حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"أَعْرِفْ نَفْسَكَ تَعْرِفْ رَبَّكَ، وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَيْضًا: مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ لَمْ يَعْرِفْ رَبَّهٗ۔" (ابن عطیه الاندلسی المحاربی، المحرر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز: سورۃ الحشر، 291/5)

"تم اپنے آپ کو پہچان لو تو تم اپنے رب کریم کی معرفت حاصل کر لوگے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا، اس نے اپنے رب عزّوجلّ کو نہیں پہچانا۔"

4۔ حضرت عباس بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ ذوالنون المصری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا، آپ فرما رہے تھے:

"إِنَّ الْعَارِفَ اسْتَغْنٰی بِرَبِّهٖ فَمَنْ أَغْنٰی مِنْهُ فَلَذَّتُهٗ ذِكْرُهٗ، وَ إِنَاخَتُهٗ بِفِنَائِهٖ وَاسْتِئْنَاسٌ بِهٖ۔"

(امام احمد بن الحسین البیہقی، شعب الایمان : باب محبۃ اللہ عزّ و جلّ، فصل معانی المحبۃ، الرقم: 501، 49/2)

" عارف اپنے رب کریم کے ساتھ مستغنی ہوتا ہے (یعنی عارف غیر اللہ کا محتاج نہیں ہوتا)۔ جو اپنے رب جلیل سے غناء حاصل کرتا ہے تو اس کی لذّت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے، اور اس کی بیٹھک اس کے قرب میں ہوتی ہے (یعنی اللہ کی معیّت اور قربِ الٰہی میں وہ بیٹھتا ہے)، اور وہ اسی سے انس حاصل کرتا ہے۔"

حاصل کلام:

محترم حضرات! ہمارے نفس کا ہر گوشہ اور ہماری زندگی کا ہر پہلو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، عقلی ہو یا عملی ، اخلاقی ہو یا اجتماعی و سیاسی، تزکیۂ نفس کے تحت آتا ہے۔ ہمارے نفس کے تزکیہ کے معنی یہ ہیں کہ اس سے ہمارا علم بھی جگمگا اٹھے، ہمارا عمل بھی پاکیزہ ہو جائے، اور ہمارے تعلقات و معاملات بھی درست ہو جائیں۔

تزکیہ کے عمل سے ہمارا نفس "نفس مطمئنہ" کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ "نفس مطمئنہ" کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اس سے مطمئن رہیں۔ اور رزق کی تنگی و فراخی اور کسی قسم کے خوف و طمع کی کوئی آزمائش بھی ہمیں اس مقام سے نہ ہٹا سکے جہاں اللہ کی شریعت نے ہمیں کھڑا کیا ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کر کے اس کے پسندیدہ بندے بن سکیں۔ یہی "نفس مطمئنہ" تزکیہ کا اصل مقصود ہے۔ تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کریم سے قلب سلیم کی دعا مانگی جائے:

؎ دِل بینا بھی خدا سے کر طلب — آنکھ کا نور، دِل کا نور نہیں

نیز یاد رکھیے! شریعت مطہرہ میں ہم پر پانچ وقت کی فرض نمازیں ہیں۔ یہ سب ادا ہو گئیں تو فرض ادا ہو گیا' لیکن نماز میں خشوع و خضوع ضروری ہے، ورنہ بقول علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

میں جو سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

یہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں، بلکہ عمومی مسلمان کا مسئلہ ہے، جب کہ ان کی اپنی نماز کی حضوری اس طرح ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں ہدیہ پیش کرتے ہیں:

؎ شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

بلکہ فرمایا:

؎ ہے یہی میری نماز' ہے یہی میرا وضو — میری نواؤں میں ہے' میرے جگر کا لہو

عاجزانہ دعا:

آخر میں ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، ہماری نماز، روزہ، صدقات و خیرات اور جمیع حسنات کو

قبول فرمائے۔ اللہ رب العالمین ہمیں اپنے فضل و کرم سے آئندہ زندگی میں گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری کامل مغفرت و بخشش فرمائے۔ اور اللہ رب العزت ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق بطریق احسن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الصَّادِقِ الْأَمِیْنِ، وَآخِرُدَعْوَ انَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔
وَصَلَّی اللہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ۔

☆...☆...☆☆...☆...☆........☆...☆...☆☆...☆...☆